ہر چیز کا ثبوت ضروری ہے۔ غرضیکہ ٹیلیفون پر نکاح کی صورت میں ہر طرح کی احتیاط ضروری ہے۔اس کے بغیر فون پر نکاح ہرگز پسندیدہ نہ ہوگا۔ حدیث شریف میں اس کی اجازت بھی آئی ہے کہ ہونے والا خاوند اگر بیوی کو ایک جھلک دیکھ لے۔ مگر فون میں اس کا امکان نہیں۔ بہر حال فون پر مجبوری میں پورے وثوق کے بعد ہی نکاح درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ شک وشبہ کا شائبہ ہو تو نکاح نہ کیا جائے۔باقی فون پر وکیل نکاح بنانا ہمارے نزدیک درست ہے۔ اگر تمام شرائط درست ہوں اور دھوکہ یا فریب کا کوئی شائبہ ممکن نہ ہو لیکن وکیل سے اجتناب بہتر ہے۔

زکوٰۃ کے نئے مسائل

(اموال زکوٰۃ کا استثمار۔ تملیک زکوٰۃ) ودیگر سوالوں کے جوابات

سوال نمبر ۱:

(الف) حدیث میں کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ کا مال امیروں سے لے کر غریبوں کو دیا جائے۔ دینے کا ایک عمدہ طریقہ بے شک تملیک بھی ہے لیکن بدلتے ہوئے حالات میں اگر تملیک کے بغیر بھی غریبوں کو مال پہنچ جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ منشا پورا ہو جائے گا۔ اگر فیکٹریوں میں زکوٰۃ کا مال لگانے میں اس کا خطرہ نہ ہو کہ اس میں خورد برد ہوگی جیسا کہ مسلمان ملکوں کے خزانوں میں ہوتا ہے بلکہ زکوٰۃ کی خاصی رقم بھی خورد برد ہو جاتی ہے تو ہمارے خیال میں فیکٹریوں کاروبار وغیرہ میں زکوٰۃ کا مال لگانے میں ہرج نہیں کیونکہ اس طرح ہر سال کھا پی کر برابر ہونے کی بجائے آمدنی کے مستقل ذرائع پیدا ہو جائیں گے جو مستقل طور پر فقراء کی ضرورت پوری کریں۔ مزید براں فیکٹریوں اور کاروبار میں فقراء کو ملازمت دیکر بھی ان کیلئے روزگار مہیا ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی اہم ہے کہ پلازے بنا کر اور زرعی فارم بنا کر یا بے آباد زمین کو بلڈوزروں کے ذریعے ہموار کر کے زراعت کیلئے ٹھیکے پر زمین دی جاسکتی ہے۔اس صورت میں خورد برد کا امکان بھی کم یا بالکل ناپید ہو جائے گا اور مسلمان ملکوں کی بے آباد زمین بھی آباد ہو جائے گی۔

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن میں عامل بنا کر بھیجا تو ان کو فرمایا کہ " وصدقة توخذمن اغنيائهم وتردعلى فقرائهم " تو اس طریقہ سے بھی اغنیاء کا مال فقراء کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ چاہے اس میں کچھ

وقت لگ جائے۔ مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ پس زکوٰۃ کی رقوم کا استثمار درست ہے۔

(ب) مزید یہ کہ زکوٰۃ کا مال جہاد میں بھی صرف ہوتا تھا۔ جہاد میں رقم کسی شخص خاص کی تملیک میں نہیں دی جاتی بلکہ ضرورت کے مطابق خرچ کی جاتی تھی۔ پس تملیک لازم نہیں۔ پھر یہ کہ فیکٹری وغیرہ کے نفع کی رقم بھی تو اسی زکوٰۃ کے مال سے ہوتی ہے جسے فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ملازموں کی تنخواہیں بھی زکوٰۃ کے مال کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہیں۔ یوں تملیک کی شرط بھی بہر حال پوری ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر ۲ :

زکوٰۃ کے مال سے اگر مکانات یا دوکانیں بنا کر کم کرایہ پر فقراء کے رہنے یا تجارت کیلئے دے دیا جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی کیونکہ اس کا فائدہ تو صرف فقراء ہی کو پہنچے گا۔ یہ گویا ایک قسم کا وقف ہوں گے جس سے صرف فقراء ہی مستفید ہو سکیں گے۔ قدیم زمانے میں اوقاف کا عام رواج تھا جو مدرسوں مسجدوں، ہسپتالوں کیلئے مخیّر حضرات بناتے تھے جس کا فائدہ غریبوں کو سالہا سال یا ہمیشہ کیلئے پہنچتا رہتا تھا۔ اغلب یہی ہے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اور شاید یہ طریقہ بہتر بھی ہے۔

سوال نمبر ۳ :

ہمارے خیال میں زکوٰۃ کے مال سے مکانات یا دوکانیں بنا کر فقراء کو ان کا مالک بنانا شاید درست قدم نہ ہو۔ کیونکہ اس طریقہ سے بہت تھوڑے لوگوں کو زیادہ فائدہ ہو جائے۔ مگر دوسرے بہت سے لوگ محروم رہ جائیں گے۔ زکوٰۃ کا فائدہ زیادہ لوگوں کو پہنچنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

جبری شادی

اس مسئلہ کے متعلق قاضی صاحب نے سوالات کے شروع میں بہت عمدہ طریقہ سے مسئلہ کو سمجھایا ہے۔ ہم ان کے اس سلسلے میں بہت مشکور ہیں۔

باقی جو جناب نے لکھا ہے کہ شریعت نے اولیاء کو جو تصرف کا اختیار دیا ہے تو اسے والدین کو بچوں کی تربیت اور دین سے محبت پیدا کرنے میں اختیار کرنا چاہیے نہ کہ بلوغت کے بعد